eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

عامِر رشید
پی ایچ ڈی اُردو اسکالر، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اِسلام آباد،
ڈاکٹر رؤف پاریکھ
ڈائریکٹر جنرل، ادارہ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد

Aamir Rasheed **Email:** aamirrasheed1715@gmail.com
PhD Urdu Scholar, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Dr Rauf Parekh **Email:** drraufparekh@yahoo.com
Director General, National Language Promotion Department, Islamabad

آغازِ زبانِ اُردو کے روایتی نظریات: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

A CRITICAL ANALYSIS OF TRADITIONAL THEORIES OF ORIGIN OF URDU LANGUAGE

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i02.132

ABSTRACT:

Urdu is the third largest language spoken in the world. Many traditional theories were in vogue, as for as their origin is concerned, before the advent of modern linguistics. Mir Aman Dehlvi in the foreword of his famous "Bagh -o-Bahar" claimed that Urdu originated in an "army camp or Bazar" for which it was termed as "Urdu zaban or Lashkari zaban (the language of army camp)" and used for communication in the era of Mughal emperor Akbar. This theory misled many scholars and various traditional theories were presented by them based on Mir Ama's formula of language construction. The present article is an Explorative and Critical Analysis of Traditional Theories of the Origin of Urdu.

KEYWORDS:
Urdu, Origin, Army, Camp, Akbar, Delhi, Languages, Linguistics

انسان کا اصلی شرف اس کی قوتِ گویائی ہے جس سے وہ اپنے خیالات و احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ اظہار کے یوں تو اور بھی کئی ذرائع ہیں، مثلاً: جسمانی اشاروں کے ذریعے اظہار، تصویروں اور خاکوں کے ذریعے اظہار، علامتوں اور نقوش کے ذریعے اظہار وغیرہ؛ تاہم زبان سے مراد آوازوں اور لفظوں کے ذریعے اظہار ہے، چاہے تقریری صورت میں ہو یا تحریری صورت میں ہو۔

زبان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسان کی۔ انسان نے اِسے معاشرتی ضرورتوں کے تحت خود ایجاد کیا یا یہ انسان کے

ساتھ ہی زمین پر آئی ؟ایسے سوالات کا تعلق ابتداے زبان سے زیادہ آغازِ حیاتِ انسانی سے ہے۔ اگر انسان اسی زمین پر ایک خلیے سے اِرتقا پذیر ہوا اور صدیوں میں اس کی موجودہ صورت ظاہر ہوئی تو زبان کی ایجاد بھی بلاشبہ انسان ہی کا قابلِ تعریف کارنامہ ہے۔ اگر انسان کو اللہ نے جنت سے اِس زمین پر اُتارا تو یقیناً زبان عطیہ خداوندی ہے۔ بہر حال زبان ہمیشہ سے انسان کے غور و فکر کا محور رہی ہے اور اِسی فکرِ انسانی نے زبان کے آغاز و اِرتقا سے متعلق بہت سے نظریات کو جنم دیا۔ جیسے جیسے انسان اپنے اِرتقا کے ساتھ مختلف علاقوں، نسلوں اور رنگوں میں منقسم ہوتے چلے گئے، ویسے ویسے ان کی زبانیں بھی مختلف خاندانوں میں تقسیم ہوتی چلی گئیں۔

زبانوں کو ان کے اختلافات کے پیشِ نظر دو طریقوں سے تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ زبانوں کی نسلی یا تاریخی تقسیم

۲۔ زبانوں کی قواعدی تقسیم

نسلی یا تاریخی اعتبار سے ماہرین دنیا کی زبانوں کو سات سے دس مختلف گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں، جن میں سے اہم یہ ہیں:

۱۔ ہندیورپی(Indo-European) ۲۔ افریقی ایشیائی(Afro-Asiatic)

۳۔ چینی تبتی(Sino-Tibetan) ۴۔ الطائی(Altic)

۵۔ دراوڑی(Dravidian) ۶۔ آسٹر وایشیائی(Austro-Asiatic)

۷۔ فنواگرک(Fino-Ugric)

قواعدی تقسیم اِرتقاے زبان کے مختلف مراحل کو ظاہر کرتی ہے، قواعدی یا صوّری اعتبار سے دُنیا کی تمام زبانوں کو تین یا چار گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ یک رُکنی یا تجریدی گروہ(Mono-Sylabic or Isolating) ۲۔ تالیفی یا اتصالی گروہ(Agglutinating)

۳۔ تصریفی گروہ(Inflectional)

۴۔ تحلیلی گروہ(Analytical)

ہر زبان کا تعلق کسی نہ کسی مخصوص قواعدی یا نسلی و تاریخی گروہ سے ہوتا ہے اور اِسی طرح اس کے آغاز و اِرتقا کا بھی اپنا پس منظر ہوتا ہے۔ اُردو موجودہ زبانوں میں خاص طور پر اہمیت کی حامل ہے، اس کے بولنے والے دنیا کے تقریباً تمام علاقوں میں پائے جاتے ہیں اور بولنے والوں کی تعداد کے اعتبار سے یہ دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے۔

اُردو زبان کے آغاز و اِرتقا سے متعلق مشرقی و مغربی مصنفین و ماہرین نے مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔ اوّل اوّل اُردو زبان کے آغاز سے متعلق نظریات پیش کرنے والے ایسے مصنفین تھے جن کا اصل میدان لسانیات نہ تھا؛ بل کہ اُنھوں نے سرسری طور پر اُردو کے آغاز سے متعلق چند سطور اپنی تصانیف میں قلمبند کر دیں، ایسے نظریات کو روایتی نظریاتِ آغازِ زبان اُردو کہا جا سکتا ہے۔ آغازِ زبانِ اُردو

سے متعلق سب سے پہلا نظریہ میر امن کا سامنے آتا ہے۔ میر امن "باغ و بہار (۱۸۰۲ء) کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"حقیقت اردو زبان کی بزرگوں کے منہ سے یوں سُنی ہے کہ دلی شہر ہندوؤں کے نزدیک چوجگی ہے، انہیں کے راجا پرجا قدیم سے وہاں رہتے تھے اور اپنی بھاکا بولتے تھے۔ ہزار برس سے مسلمانوں کا عمل شروع ہوا۔ سلطان محمود غزنوی آیا، پھر غوری اور لودھی بادشاہ ہوئے۔ اس آمدورفت کے باعث کچھ زبانوں نے ہندو مسلمان کی آمیزش پائی۔ آخر تیمور نے (جن کے گھرانے میں اب تلک نام نہاد، سلطنت کا چلا جاتا ہے) ہندوستان کو لیا۔ اُن کے آنے اور رہنے سے لشکر کا بازار شہر میں داخل ہوا، اس واسطے شہر کا بازار اردو کہلایا۔ پھر ہمایوں بادشاہ پٹھانوں کے ہاتھ سے حیران ہو کر ولایت گئے، اور آخر وہاں سے آن کر پسماندوں کو گوشمالی دی۔ کوئی مفسد باقی نہ رہا کہ فتنہ وفساد برپا کرے۔

جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تب چاروں طرف کے ملکوں سے قوم، قدردانی اور فیض رسانی اس خاندان لاثانی کی سن کر حضور میں آکر جمع ہوئے۔ لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جُدی جُدی تھی۔ اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سوداسلف، سوال و جواب کرتے، ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی۔"(۱)

میر امن کے اِس مبہم بیان نے بعد کے بہت سے مشرقی و مغربی ماہرین کو دھوکے میں ڈال دیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اُردو مختلف زبانوں سے مل کر بنی اور زبانوں کا یہ ملاپ عہد اکبری میں بازارِ دہلی میں عمل میں آیا۔ سب سے بڑی غلط فہمی جو بعد کے مصنفین کو ہوئی وہ یہ کہ مختلف زبانوں کے ملنے سے ایک نئی زبان بن جاتی ہے؛ زبان کے بننے سے متعلق یہ اصول گمراہ کن ثابت ہوا۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اِس نظریے کو ان الفاظ میں ہدف تنقید بناتے ہیں:

"ایک نظریہ جسے میں غیر سنجیدہ سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اُردو کھچڑی ہے۔ چڑیا لائی چانول کا دانہ چڑا لایا مونگ کا دانہ دونوں نے مل کے کھچڑی پکائی۔ عربی وفارسی الفاظ مسلمان اپنے ساتھ لائے، ہندوؤں نے ہندی افعال وحروف فراہم کیے، ہندو مسلمانوں کے میل ملاپ سے اردو نے مغلوں کے زمانے میں یا اس سے کچھ پہلے جنم لیا۔"(۲)

اگرچہ میر امن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ہندو مسلم ملاپ سے ایک نئی زبان بنی؛ تاہم ان کے الفاظ سے اُردو کے ملواں زبان ہونے کا تاثر سامنے آیا، جس نے ایک طرف امام بخش صہبائی، غالب، سرسید وغیرہ کو دھوکے میں ڈالا تو دوسری طرف گریرسن، ہورن لے اور وائٹ برجنٹ جیسے مغربی ماہرین بھی اسی ملواں زبان والے نظریے سے متاثر نظر آئے۔

جولز بلوک میر امن کے نظریے سے متعلق لکھتے ہیں:

"His wording is sometimes obscure, and that he mixes social and linguistic matters."(۳)

حافظ محمود شیرانی میر امن کے نظریے پر سوال اُٹھاتے ہیں کہ کیا اکبر یا شاہ جہاں سے پہلے دلی نہ تھی یا ہندو اور مسلمان نہ تھے یا لوگ سوداسلف نہیں لیتے تھے؟

میر امن ہی سے ملتا جلتا نظریہ سید انشااللہ خاں انشا نے "دریائے لطافت (۱۸۰۷ء)" میں پیش کیا، اُن کے الفاظ یہ ہیں:

"یہاں دہلی کے خوش بیانوں نے متفق ہو کر متعدد زبانوں سے اچھے اچھے لفظ نکالے اور بعضی عبارتوں اور الفاظ میں تصرف کر کے اور زبانوں سے الگ الگ ایک نئی زبان پیدا کی جس کا نام "اردو" رکھا۔"(۴)

"اُردو کے اجزائے ترکیبی" سے متعلق لکھتے ہیں:

"اردو زبان کئی زبانوں سے مل کر بنی ہے، جیسے 'عربی'، 'فارسی'، 'ترکی'، 'پنجابی'، 'پوربی'، اور 'برجی'، وغیرہ۔"(۵)

انشااللہ خاں انشا کے اِن بیانات سے یہ نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ اُردو زبان شعوری عمل کی پیداوار ہے۔

۲۔ عوام کے بجائے خاص خاص زبان دانوں نے باہمی مشورے اور افہام و تفہیم سے اُردو سازی کا یہ عمل سر انجام دیا۔

۳۔ اُن علما کا مقصد تمام زبانوں سے الگ ایک نئی زبان بنانا تھا۔

۴۔ خوش بیانوں کی یہ مساعی بار آور ثابت ہوئیں اور ایک نئی زبان بنا دی گئی، جس کا نام "اُردو" رکھا گیا۔

۵۔ نئی زبان (اُردو) عربی، فارسی، ترکی، پنجابی، پوربی، اور برجی کے الفاظ اور عبارتوں کو ان زبانوں سے الگ کر کے یا پھر ان کے الفاظ اور عبارتوں میں تصرّف کر کے بنائی گئی۔

اس طرح کے بیانات خوش بیانی ہی کہے جاسکتے ہیں، کیوں کہ آج تک ایک بھی نئی زبان اس طرح نہیں بنائی جا سکی۔ انشااللہ خاں انشا کے بیانات میر امن کے بیان سے بھی زیادہ حقیقت سے دور ہیں۔ حافظ محمود شیرانی "رسالہ قواعدِ اُردو" کے حوالے سے امام بخش صہبائی کا بیان نقل کرتے ہیں:

"شاہ جہاں آباد تیموریہ خاندان کے شاہ جہاں نے آباد کیا۔ اس وقت فارسی کے بعض الفاظ اور ہندی کے اکثر لفظوں میں کثرت استعمال کے سبب تبدل و تغیر واقع ہوا اور اس خلا ملا سے جو بولی مروج ہوئی۔ اس کا نام اردو ٹھہرایا۔"(۶)

امام بخش صہبائی کا بیان بھی اُسی روایت کا پاس دار ہے، جو میر امن سے چلی تھی۔

سر سید احمد خاں بھی "آثار الصنادید" میں کچھ اِسی طرح کا نظریہ پیش کرتے ہیں:

"جب کہ شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ ہوا اور اس نے انتظام سلطنت کیا اور سب ملکوں کے وکلاء کے حاضر رہنے کا حکم دیا اور دلی شہر کو نئے سرے سے آباد کیا اور قلعہ بنایا اور شاہجہاں آباد اس کا نام رکھا اور اس وقت اس شہر میں تمام ملکوں کے لوگوں کا مجمع ہوا پر ہر ایک کی گفتار رفتار جدا جدا تھی۔ ہر ایک کا رنگ ڈھنگ نرالا تھا۔ جب آپس میں معاملہ کرتے لاچار ایک لفظ اپنی زبان کا دو لفظ اس کی زبان کے تین لفظ دوسرے کی زبان کے ملا کر بولتے اور سودا سلف لیتے۔ رفتہ رفتہ اس زبان نے ایسی ترکیب پائی کہ یہ خود ایک نئی زبان ہو گئی۔ اور جو کہ یہ زبان خاص بادشاہی بازاروں میں مروج تھی اس واسطے اس کو زبان اردو کہا کرتے تھے۔"(۷)

امام بخش صہبائی اور سر سید احمد خاں میر امن کے برعکس اُردو کے عہدِ شاہ جہانی میں پیدائش کے قائل ہیں۔ اُردو عہد اکبری میں کیوں پیدا نہ ہو سکی؟ اس کا جواب سر سید کے مطابق یہ ہے کہ: اکبر کے زمانے میں فارسی اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ اور کس طرف متوجہ ہی نہ ہوتے تھے۔ تاہم یہ دونوں اصحاب اُردو کو دوسری زبانوں کے اختلاط ہی کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ سید قدرت نقوی "لسانی مقالات (حصہ دوم)" میں غالب کا بیان نقل کرتے ہیں:

> "اردو آگے مرکب تھا عربی اور فارسی اور ہندی اور ترکی ان چار زبانوں سے اب پانچویں زبان یعنی انگریزی بھی اس میں شامل ہو گئی۔ دیکھو گنجائش اردو کی کہ پانچوں زبانوں کو کس لطف سے حاوی ہوئی ہے اور یہ زبانیں اس میں کس طرح سما گئی ہیں کہ کوئی زبان اوپری نہیں معلوم ہوتی۔"(۸)

سید قدرت نقوی کے مطابق دراصل ان بزرگوں نے بات تو شمولیتِ الفاظ کی کی؛ لیکن لفظ "زبان" کا استعمال کیا، جس سے عام اذہان ہی نہیں خاص بھی غلط فہمی کا شکار ہو کر اردو زبان کو "مخلوط کھچڑی" کہنے لگے۔ غالب کے بیان سے بھی یہ ہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جہاں انگریزی زبان کی بات کر رہے ہیں تو اُن کی مراد صرف ذخیرہ الفاظ سے ہے۔ اُردو کو مخلوط یا ملواں زبان کہنے کا یہ سلسلہ انیسویں صدی کے بعد بیسویں صدی میں بھی جاری رہا۔

حکیم شمس اللہ قادری "اردوئے قدیم" (اشاعت اول:۱۹۲۹) "میں ہندو مسلم تمدن کے اختلاط سے تیسرے تمدن کی تشکیل کی بات کرتے ہوئے زبان سے متعلق لکھتے ہیں:

> "فاتحین (مسلمان) اپنی زبان کو ہندوستان میں عام نہ کر سکے لیکن ہندوؤں کی زبان بھی ان کی عام زبان نہ ہو سکی۔ بلکہ دونوں اقوام کی زبانوں کے اختلاط سے ایک تیسری زبان وجود میں آئی جو اردو کے نام سے مشہور ہے۔"(۹)

جوبات جولز بلوک نے میر امن کے نظریے سے متعلق کہی کہ: اُنہوں نے معاشرتی اور لسانیاتی معاملات کو گڈ مڈ کر دیا؛ وہی بات حکیم شمس اللہ قادری کے نظریے سے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی جیسے ماہرین بھی اِن روایتی نظریات کے زیرِ اثر نظر آتے ہیں، "ادب اور لسانیات" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "یہ ایسی زبان نہیں جسے مسلمان اپنے ساتھ عرب، ایران، افغانستان یا ترکستان سے لائے ہوں نہ یہ ایسی زبان ہے جو یہاں پہلے سے موجود تھی اور مسلمانوں نے عربی، فارسی یا ترکی چھوڑ کر اسے اختیار کیا ہو بلکہ ان دونوں کے اتحاد، موانست اور ربط وارتباط نے اس کی تخم ریزی کی اور جب دو قومیں مل کر شیر و شکر ہو گئیں تو اس نخل کی آبیاری ہونے لگی یہاں تک کہ یہ شاندار درخت بن گئی۔"(۱۰)

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی اُردو کو "لشکر" یا "شاہجہانی بازار" کی پیداوار تو نہیں مانتے؛ تاہم اِسے ہندو مسلم اختلاط ہی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور بھی کئی اصحاب کے ہاں اُردو کے آغاز سے متعلق ایسی ہی آرا پائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کو چھوڑ کر باقی اکابرین کے

خیالات و نظریات کو حافظ محمود شیرانی کے مطابق: بزرگوں کے تبرک کے طور پر تسلیم کرنا چاہیے؛ اِسی طرح سید سلیمان ندوی اِنھیں "بزرگوں کی کہانیاں" قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ اس قسم کے نظریات کو یوں ہدفِ تنقید بناتے ہیں:

"ڈھانچا یا کینڈا تیار ہوتا ہے۔ محض دو زبانوں کا باہم اختلاط وارتباط یا خلا ملا، ایک نئی زبان کی تشکیل پذیری کے لیے کافی نہیں ہوتا۔"(۱۱)

اِسی طرح سید قدرت نقوی لکھتے ہیں:

"دنیا میں کوئی زبان مخلوط نہیں ہے کہ دو یا زیادہ زبانوں سے مل کر کوئی نئی زبان بنی ہو۔"(۱۲)

ایسے نظریات سے جو غلط فہمیاں عام ہوئیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ اُردو مخلوط زبان ہے۔
۲۔ اُردو لشکری زبان ہے۔
۳۔ یہ ہندو مسلم اختلاط کا نتیجہ ہے۔
۴۔ یہ ہندو مسلم اختلاط دہلی میں ہوا۔
۵۔ اُردو کی پیدائش کا زمانہ عہدِ اکبری یا عہدِ شاہ جہانی ہے۔

مولانا حافظ محمود شیرانی، سید سلیمان ندوی، ہاشمی فرید آبادی، شوکت سبزواری اور مرزا خلیل احمد بیگ سمیت اکثر مشرقی و مغربی محققین نے اس قسم کے نظریات کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ بعد ازاں کئی نئے نظریاتِ آغازِ زبان بھی سامنے آئے، جن کو روایتی نظریات کا ردِ عمل کہنا چاہیے۔ ردِ عمل کے بیش تر نظریات علاقائی نسبت سے پیش کیے گئے، یعنی کسی نہ کسی علاقے کو اُردو کی جاے پیدائش قرار دیا گیا، ایسے علاقائی نظریات پر روایتی نظریات کا خاصا اثر نظر آتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1. میر امن، باغ و بہار، مرتبہ: ڈاکٹر سلیم اختر، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص ۷۱۔۷۲
2. شوکت سبزواری، ڈاکٹر، داستانِ زبانِ اُردو، کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، طبع دوم، ۱۹۸۷ء، ص ۳۷
3. Jules Bloch, some problems of Indo Aryan Philology, Bulletin of the school of oriental studies, V:5, London:1928-30, P:727
4. انشا، سید انشا اللہ خاں، دریاے لطافت، مترجم: پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی، کراچی: انجمن ترقی اُردو، طبع سوم، ۲۰۱۵ء، ص ۳۱
5. ایضاً، ص ۳۳
6. حافظ محمود شیرانی، مولانا، پنجاب میں اُردو، لاہور: کتاب نما، طبع سوم، ۱۹۶۳ء، ص ۵۸

7. سر سید احمد خاں، آثار الصنادید، مرتبہ؛حیات رضوی امروہی، کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، ۲۰۱۷ء، ص۱۸۹۔۱۹۰

8. سید قدرت نقوی (مرتب)، لسانی مقالات (حصہ دوم)، اِسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، ۱۹۸۹ء، ص۱۰

9. شمس اللہ قادری، اُردوئے قدیم، کراچی: جنرل پبلشنگ ہاوس، طبع دوم، ۱۹۶۳ء، ص۳۳

10. ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، ادب اور لسانیات، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، طبع اول، ۱۹۷۰ء، ص۲۰۵

11. مرزا خلیل احمد بیگ، اُردو کی لسانی تشکیل، کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، طبع پنجم، ۲۰۱۵ء، ص۶۱

12. سید قدرت نقوی (مُرتب)، لسانی مقالات (حصہ دوم) مذکورہ بالا، ص۱۰